رسولِ اکرمؐ کی معاشی تعلیم

ضیاء الدّین احمد

یہ حقیقت ہے کہ جب سے آدمی پیدا ہوا اسی وقت سے یہ حالت موجود ہے کہ دنیا میں بسنے والے سب انسانوں کی تقدیر کبھی یکساں نہیں رہی۔ سوسائٹی میں حکمران و رعایا، قوی و ضعیف، بیمار و صحت مند، غریب و دولت مند جانے اور کتنے طبقات شروع ہی سے چلے آرہے ہیں۔ اور انسانی نسل میں طبقات کا پیدا ہونا کوئی غیر معقول امر نہیں ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ نسل انسانی میں اتنے طبقات ہونے کے باوجود مختلف طبقات آپس کے افہام و تفہیم اور باہمی تعاون سے اپنے اپنے شہر، قبیلے یا قوم کے حدود میں امن کی زندگی گزارتے رہے۔ اگر کبھی بدامنی پھیلی یا سماجی توازن میں خلل پیدا ہوا تو اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ ایک فرد نے دوسرے فرد پر، ایک قبیلے نے دوسرے قبیلے پر، حکمران نے رعایا پر یا قوی نے ضعیف پر ناجائز طور پر اپنی مرضی چلانا چاہی اور ہوس میں آکر ظلم و استبداد کا رویہ اختیار کیا۔

بہرحال دورِ جدید سے پہلے مختلف انسانی گروہوں کے درمیان آج کی طرح طبقاتی احساس پیدا نہیں ہوا تھا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے مشینی انقلاب نے ترقی، خوشحالی اور قوت و اقتدار کے جو مواقع فراہم کئے اس نے ایک نیا سرمایہ داری نظام کھڑا کر دیا۔ اور اس سے ایک خاص گروہ نے جو پہلے ہی سے موقع کی تلاش میں تھا پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اس گروہ نے مذہب، اخلاق اور پرانی اقدار کی تمام پابندیوں کو روند ڈالا اور اپنی سعی انتفاع اور سعی ارتقاء میں حائل تمام رکاوٹوں کو دور کر کے ایک بے قید معیشت (Free Enterprise) کی بنیاد رکھ دی۔ اس جدید سرمایہ داری نظام کے نتیجے میں مالدار طبقہ کی ثروت میں بے تحاشا اضافہ ہوتا چلا گیا۔ غریب اور کارکن طبقہ پر سرمایہ دار طبقہ کی گرفت سخت سے سخت تر ہوتی چلی گئی اور افراد کی معاشی حالت

میں تناسب بگڑتا چلا گیا۔ مختلف طبقاتِ انسانی میں رواداری کم ہوتی گئی اور ایک گروہ دوسرے گروہ کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ جدید سرمایہ داری کی بنیاد پر جو معاشرہ وجود میں آیا وہ ہمدردی ایثار تعاون رحم وشفقت اور اس نوع کے تمام جذبات سے عاری اور اس کے برعکس صفات سے معمور تھا۔ اس نظام میں غیر تو غیر بھائی کا بھائی پر حق نہ رہا کہ وہ اسے سہارا دے۔

پہلی جنگ عظیم ابھی ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ دنیا کے مختلف خطوں میں بے قید سرمایہ داری کے خلاف خوں ریز ردعمل شروع ہوگیا۔ روس کی خانہ جنگی میں لاکھوں کی تعداد میں انسانی جانیں ضائع ہوئیں اور آخر کار وہاں بولشوزم نے اقتدار اعلیٰ کا منصب سنبھال لیا۔ ادھر بے قید معیشت کے سرچشمے یورپ اور امریکہ بھی ابھرتے ہوئے نظریہ اشتراکیت کی یلغار سے اپنے دامن کو نہ بچا سکے۔ آج بھی ان ممالک میں بلکہ دنیا کے ہر خطہ میں اشتراکیت کا نعرہ غریب اور کارکن طبقہ کو سرمایہ دار طبقہ سے انتقام لینے کے لئے مختلف طریقوں سے ابھار رہا ہے۔ اس کشمکش سے سوسائٹی کو نجات دلانے کے لئے نئے نئے طریقے استعمال کیے جانے لگے۔ روس میں شخصی ملکیت کی نفی تمام امراض کی دوا ٹھہرائی گئی اور وہاں کلی طور پر ان لوگوں کا قلع قمع کر دیا گیا جو ملک کے ذرائع پیداوار کے مالک بن بیٹھے تھے۔ اندلس میں مزدور اور اشتراکیت کی آواز کو سختی سے دبا دیا گیا۔ اٹالیہ اور جرمنی میں قوم ونسل پرستی کے نام پر شخصی آزادی یک لخت ختم کر دی گئی۔ اور ایک بھیانک ڈکٹیٹر شپ نے ان ممالک میں تمام اختیارات سنبھال لئے اور عوام بے بس ہو کر رہ گئے۔

اس مختصر سے مضمون میں نہ ہمارا یہ مقصد ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ نظام سرمایہ داری اور اس کے نتائج پر سیر حاصل بحث کی جائے۔ یہ بھی ہمارا مقصد نہیں ہے کہ اس فرسودہ نظام کا جو سراسر سود اور خود غرضی پر مبنی ہے اور انسانیت کی ایک بڑی تعداد جس کے شکنجے میں جکڑی ہوئی ہے، اور اس کے استبداد میں کمی کرنے کی غرض سے مختلف مغربی زعماء معیشت نے وقتاً فوقتاً جو کوشش کی ہے، اس کا تجزیہ کیا جائے۔ اسی طرح یہاں ہمارا یہ بھی مقصد نہیں ہے کہ طبقاتی جنگ اور اس کے نتیجے میں پیدا شدہ نظریہ اشتراکیت اور اس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے۔

یہاں ہمارا اصل مقصد یہ ہے کہ معیشت کے ایک ایسے طریقہ پر گفتگو کی جائے جو سب سے پہلے معاشرہ میں چند ایسی اخلاقی اور عملی بنیادیں قائم کرتا ہے جو اس معیشت کے ڈھانچے کو قائم رکھ سکے۔ اور اس کے لئے افراد کے اخلاق میں ایک ایسی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جو ایک متوازن معاشرہ کے لئے ضروری ہے۔ وہ طریقہ ایک طرف فرد کی آزادی پر چند ایسی پابندیاں عائد کرتا ہے۔ جو اجتماعی مفاد کے لئے مفید اور معاون ہوں اور دوسری طرف کچھ ایسے معاشرتی قوانین بھی وضع کرتا ہے جو معاشی زندگی کی تمام خرابیوں کا سدباب کر سکیں اور یہی ہے وہ معیشت جس کی طرف رسول عربی نے چودہ سو سال پہلے انسانیت کو دعوت دی تھی۔ اس معیشت کو سمجھنے کے لئے اولاً اللہ اور اس کے رسول کی دی ہوئی چند بنیادی تعلیمات کو سمجھ لینا ضروری ہے۔

۱:۔ وہ تمام ذرائع و وسائل جن پر انسان کی معاش کا انحصار ہے سب اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں انسان ایک امین کی حیثیت سے ان میں تصرف کا مجاز ہے۔

۲:۔ اور اس وجہ سے انسان ذرائع پیداوار کے اکتساب اور استعمال کے معاملے میں آزاد ہونے کا حق نہیں رکھتا۔ اس کے اختیارات اللہ اور رسول کے مقرر کردہ حدود کے پابند ہیں۔ وہ خود حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے قاعدے وضع نہیں کر سکتا۔

۳:۔ اللہ اور رسول کے دیئے ہوئے حدود کا منشا یہ ہے کہ اس پر سختی سے عمل کیا جائے۔ کیونکہ ایک روز انسان کو اللہ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا جب احکام خداوندی کی پابندی کا اجر ملے گا اور ان سے روگردانی پر سخت مواخذہ کیا جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ ایمان، عبادات، تعلیم اور اخلاقی تربیت کے ذریعہ انسان کی داخلی اصلاح کی جاتی ہے تاکہ اس کے اندر ایک مضبوط اخلاقی حس پیدا ہو جس سے وہ عدل و انصاف پر قائم رہے۔

۴:۔ رسول عربی کی تعلیم انسانی وحدت و اخوت کی علمبردار ہے اور تفرقہ و تصادم کی مخالف ہے۔ آپ کی تعلیم ان تمام ذرائع کا سدباب کرتی ہے جو معاشرہ کو مصنوعی طبقات میں تقسیم کر کے طبقاتی نزاع کی طرف لے جاتے ہیں۔ انسانی قابلیتوں اور حالات کی بنا پر جو طبقات انسانی معاشرہ میں فطرۃً پیدا ہوتے ہیں آپ کی تعلیم ان کو ہمدردی اور تعاون کی راہ دکھاتی ہے نہ کہ نزاع اور کشمکش کی۔

۵۔ رسول عربی کی معاشی تعلیم کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ وہ ہر شخص کو اپنے خرچ میں کفایت شعاری اور میانہ روی کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیتا ہے تاکہ افراد اپنے معاشی وسائل سے کام لینے میں افراط و تفریط کی روش اختیار کر کے تقسیم دولت کے توازن کو بگاڑ نہ سکیں اس باب میں رسول عربی کی دی ہوئی ہدایت صرف اخلاقی تعلیم ہی پر اکتفا نہیں کرتی ہے۔ بلکہ بخل اور فضول خرچی کی ان تمام صورتوں کو جو معاشی زندگی میں بدنظمی پیدا کرنے کا باعث ہوں حرام قرار دیتی ہے۔

ان بنیادوں کو سامنے رکھتے ہوئے اگر رسول عربی کی تعلیمات کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلامی معیشت میں انفرادی آزادی کو ملحوظ رکھتے ہوئے شخصی صلاحیتوں کے ارتقا کے لئے پورے پورے مواقع فراہم کئے گئے۔ ساتھ ہی انفرادی آزادی پر چند ایسی بندشیں بھی لگا دی گئی ہیں جو معاشی توازن اور اجتماعی خوش حالی کے لئے ضروری ہیں۔ جس کے بعد معاشرہ کی معیشت میں وہ افراط و تفریط کبھی پیدا نہیں ہو سکتی ہے جو کسی غیر فطری معیشت کو جنم دیتی ہے۔

اسلام فرد کے حق ملکیت کو تسلیم کرتا ہے، مگر اس حق کے استعمال میں اس کو مطلق العنان نہیں چھوڑتا ہے۔ وہ کسب معاش کے تمام ان ذریعوں کو ممنوع قرار دیتا ہے جس سے لوگ راتوں رات بے تحاشا دولت کے مالک بن جاتے ہیں اسلام جن وسائلِ معاش کو جائز ٹھہراتا ہے ان کے دائرے میں رہ کر اشخاص کے لئے بے اندازہ دولت سمیٹنے کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ قرآن اور سنت پر نگاہ رکھنے والا ہر طالب علم جانتا ہے کہ رسول عربی کی لائی ہوئی ہدایت کے مطابق کسب دولت کی صرف وہی صورتیں جائز ہیں جن سے آدمی ایک اوسط درجہ کی شریفانہ زندگی بسر کر سکے۔ آپ کی تعلیم نے صرف کی ان تمام صورتوں کو ممنوع قرار دیا ہے جن سے دولت کا بیشتر حصہ نفس پرستی پر ضائع ہو جائے۔ دوسری طرف رسول اللہ کی تعلیمات نے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں دولت خرچ کرنے کی اتنی راہیں کھول دی ہیں کہ اگر ان راہوں میں فاضل دولت کا استعمال ہوتا رہے تو از خود معاشرہ کی معیشت میں توازن پیدا ہو جاتا ہے۔

فاضل دولت کو مزید دولت کمانے کے لئے کاروبار میں لگانا ایک فطری امر ہے اور اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن یہاں بھی اسلام نے ایسی پابندیاں عائد کر دی ہیں کہ اگر

ان پابندیوں کی تکمیل کی جائے تو دولت سمٹ کر ایک جگہ مرتکز نہیں ہو سکتی۔ اس سلسلہ میں سود اور سودی کاروبار کا ذکر کافی ہے۔ اسلام نے اس کو قطعی طور پر حرام قرار دیا ہے۔ معاشیات پر نگاہ رکھنے والا ہر آدمی جانتا ہے کہ سود ہی نظام سرمایہ داری کا وہ ظالمانہ ہتھیار ہے جس کے ذریعہ دولت عوام سے چھین کر چند ہاتھوں میں سمٹ جاتی ہے۔ اور اس کے نتیجے میں تمام معاشی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ رسول عربی کی تعلیم تو یہ بتاتی ہے کہ اگر کسی نے اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے آپ سے قرض لیا ہے تو آپ صرف اپنا اصل مال واپس لے سکتے ہیں۔ البتہ فاضل دولت کو نجی طور پر یا دوسرے کی مشارکت میں صنعت اور حرفت کے کاموں میں لگا کر مزید دولت پیدا کرنا اسلام میں جائز ہے۔ اور اس سے پیدا شدہ مزید دولت کو بھی معاشرہ میں تقسیم کرنے کے لئے اسلام نے مناسب طریقے تجویز کئے ہیں۔

اس سلسلہ میں رسول عربی کی تعلیمات نے اصولی طور پر جو راہ اختیار کی ہے اس کو ہم مجموعی طور پر تکافل اجتماعی اور بر (Social solidarity and beneficence) کی راہ کہہ سکتے ہیں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاعبدون (الانبیاء ۹۲) یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں۔ اس تصور وحدت کا لازمی تقاضا یہی ہے کہ اسلامی معاشرہ میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئے اور ایک کی ضرورت میں دوسرا ہاتھ بٹائے۔ دوسرے الفاظ میں معاشرہ اور اس کے تمام افراد کی بھلائی کی ذمہ داری اسی معاشرہ اور اس کے افراد پر ہے۔ باہم ہمدردی اور تکافل اجتماعی کے سلسلہ میں قرآنی آیات کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے شمار روایات منقول ہیں۔ ان میں سے چند ایک کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہے۔

آپ نے فرمایا:

مؤمنین آپس میں ایک دوسرے پر رحم کھانے میں ایک دوسرے سے محبت کرنے میں اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی دکھلانے میں ایک جسم کی طرح ہیں۔ جب جسم کے کسی حصے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو پورے بدن میں اس کا احساس ہونے لگتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ بخار اور بے خوابی کا اثر پورے بدن پر ہوتا ہے۔

تم میں سے ہر ایک رگویا کہ) ایک چرواہا ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

معاشرہ کی مجموعی بھلائی کی تمام ذمہ داری اس کے افراد پر ہے۔ اگر افراد میں اس ذمہ داری کا احساس پیدا نہ ہو تو پورا معاشرہ خطرے سے دوچار ہو جاتا ہے۔ اسی کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک مثال کے ذریعہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

"چند آدمی ایک کشتی پر سوار ہو کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ ایک آدمی کلہاڑی سے جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا سوراخ کرنے لگا۔ دوسرے لوگوں نے پوچھا، تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں اپنی جگہ جو چاہوں کروں۔

رسول اللہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ مل کر اس کو روکیں گے تو سبھی بچ جائیں گے۔ اگر اسے نہیں روکا گیا تو مصیبت سے کسی کو نجات نہیں ملے گی۔

غربت اور افلاس ہی کے سبب یا بالفاظ دیگر جب افراد کی معیشت کا توازن بگڑ جائے تو طبقاتی کشمکش شروع ہو جاتی ہے جو معاشرہ کو ایک خطرناک انجام کی طرف لے جاتی ہے رسول عربی کی تعلیم نے تکافل اجتماعی اور افراد کے باہمی تعاون کے ذریعہ معاشرہ سے غربت اور اس سے پیدا شدہ تمام سماجی برائیوں کو دور کر کے معاشی توازن برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ تکافل اجتماعی کی ذمہ داری کو اسلام نے افراد کی مرضی ہی پر نہیں چھوڑا ہے۔ اصولی طور پر قرآن نے صاف کہہ دیا ہے۔ وفی اموالھم حق للسائل والمحروم (الذاریات ۱۹) اور ان کی دولت میں سائل اور محروم کا حق ہے" سائل اور محروم سے مراد صرف وہ فقیر ہی نہیں ہے جو بھیک مانگتا ہو۔ بلکہ وہ تمام لوگ مراد ہیں جو ضروریات زندگی کی عدم کفایت کی وجہ سے تکلیف کی زندگی بسر کر رہے ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اموال پر زکوٰۃ فرض کر کے افراد کی دولت اور کمائی میں حق مذکور کی کم سے کم مقدار کی تعیین کر دی ہے۔ اور ساتھ زکوٰۃ کے مصارف بھی بتا دیئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نصاب زکوٰۃ کی تفصیلات بیان کر دی ہیں۔ مصارف زکوٰۃ اور اس کے نصاب کی تفصیلات پر معاشی نقطہ نظر سے اگر نگاہ ڈالی جائے تو بلا دریغ یہ کہا جا سکتا ہے

کہ اسلامی معاشرہ میں بسنے والی آبادی کے ایک بڑے حصّے پر نادار مفلس اور دوسرے حاجتمندوں کی معاشی ذمہ داری عائد کرکے معیشت میں مساوات پیدا کرنے کا ایک بہترین طریقہ پیدا کر دیا گیا ہے۔

دراصل اللہ تعالےٰ کے فرمان "خلق لکم ما فی الارض جمیعا" سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اشیاء کی پیدائش سے جملہ انسانوں کی ضروریات کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ کا مقصد ہے۔ یا یوں کہیئے کہ اصلاً و ابتداً کوئی شئی فی حد ذاتہٖ کسی کی مملوک خاص نہیں ہے۔ بلکہ سب میں مشترک ہے۔ اسی بناء پر رسول عربی کی تعلیم یہ بتلاتی ہے کہ زکوٰۃ کی وصولی کے ساتھ ساتھ افراد پر سے تکافل اجتماعی کی ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی ہے۔ بلکہ معاشرہ میں جب تک حق معیشت کی مساوات پیدا نہ ہو اور حاجتمندوں کا وجود باقی رہے اس وقت تک افراد کی دولت میں معاشرہ کا حق باقی رہے گا۔ رسول عربی کا ارشاد ہے۔

جس شخص کے پاس قوت وطاقت کا سامان اپنی حاجت سے زائد ہو اس کو چاہیئے کہ وہ فاضل سامان کمزور کو دے دے۔ اور جس شخص کے پاس سامان خور و نوش حاجت سے زائد ہو اس کو چاہیئے کہ فاضل سامان نادار اور حاجت مند کو دیدے۔

راوی حدیث ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قسم کے ارشادات سے ہم نے یہ گمان کر لیا کہ ہم میں سے کسی شخص کو اپنے فاضل مال پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل دولت پر ان کے غریبوں کی معاشی حاجت کو بدرجۂ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے۔ پس اگر وہ بھوکے ننگے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں گے تو محض اس لئے کہ اہلِ ثروت اپنا حق ادا نہیں کرتے۔ اور اس لئے اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن باز پرس کرے گا اور اس کوتاہی پر ان کو عذاب دے گا۔

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ معاشرہ میں حاجت مندوں کی کفالت صرف فرد کی ذمہ داری نہیں ہے نہ انفرادی سخاوت سے اس مسئلہ کا حل ممکن ہے۔ اسلامی معاشرہ میں حکومت پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حاجت مندوں کی ہر طرح کی معاشی ضروریات کا حل دریافت کرے اور اس مقصد

کے حصول کے لئے مناسب قانونی قدم اٹھائے۔ اس باب میں ابن حزم فرماتے ہیں اگر زکوٰۃ وغیرہ سے حاصل کردہ آمدنی سے غربا کی معاشی کفالت پوری طرح نہیں ہوتی تو حکومت ارباب دولت کو اس کفالت کے لئے مجبور کر سکتی ہے۔ ابن حزم یہ بھی کہتے ہیں کہ حاجت مندوں کی زندگی کے اسباب کے لئے کم از کم یہ ضروری ہے کہ ان کی حاجت کے مطابق روٹی مہیا ہو، پہننے کے لئے گرمی سردی دونوں موسموں کے لحاظ سے لباس فراہم ہو اور رہنے کے لئے ایک ایسا مکان ہو جو ان کو بارش گرمی دھوپ اور سیلاب جیسے امور سے محفوظ رکھ سکے۔

حاجت مندوں کی کفالت، خاص کر کے قومی معیشت کو خلل سے پاک کرنے کے سلسلے میں حضرت عمر کا ایک مقولہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت عمر کے زمانے میں اموال غنیمت میں، جو مجاہدین میں بانٹ دیئے جاتے تھے، بے تحاشا اضافہ ہوا جس کی وجہ سے افراد کی ثروت میں وہ تناسب نہیں رہا جو اسلام اور تعلیمات نبوی کا منشا ہے۔ حضرت عمر صورت حال اور اس کے مستقبل کے امکانات سے چونک اٹھے اور انہوں نے فرمایا۔ "جس بات کا آج مجھے اندازہ ہوا ہے اگر اس کا پہلے سے اندازہ ہو جاتا تو میں کبھی تاخیر نہ کرتا اور بلاشبہ ارباب ثروت کی فاضل دولت لے کر فقیر مہاجرین میں بانٹ دیتا۔"

بہر حال رسول عربی کے پیش کردہ تعلیمات کی روشنی میں دولت کے حصول، انفاق اور اس سے استفادہ کے متعلق ذیل کے چند اصول بدیہی طور پر ہمارے سامنے آتے ہیں جو ایک خوش حال اور متوازن معاشرہ کے لئے ناگزیر ہیں۔

(۱) انسان دولت کے بارے میں حریت مطلقہ کا مالک نہیں ہے۔ لہذا اس کو یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا ہے کہ وہ دولت کے حصول، صرف اور اس سے استفادہ کے سلسلہ میں معاشرے کے مفاد کے منافی کوئی قدم اٹھائے۔

(۲) دولت کے خرچ میں انسان کو پورا اختیار ہے۔ لیکن یہ اختیار معاشرہ اور افراد کی بہبود کے ساتھ مقید ہے۔

(۳) انسان کے لئے دولت کو ذریعہ استغلال کے طور پر استعمال کرنا ممنوع ہے اس لئے کہ یہ کرامت انسانی کے منافی ہے۔

(۴) چند افراد کے ہاتھوں میں دولت کو اس طرح مرتکز کر دینا جائز نہیں ہے کہ دولت کی فطری گردش رک جائے اور قوم اس کی نعمت سے محروم رہ جائے اسی مقصد کے حصول کے لئے اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔

(۵) صرفِ دولت میں معاشرہ اور فرد کی معاشی حفاظت کا پورا لحاظ رکھا جائے اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب فسق و فجور کے مسرفانہ مشاغل میں صرف دولت کی تمام راہیں بند کر دی جائیں۔

(۶) ضرورت سے زائد دولت پر معاشرہ کے ہر حاجت مند کا حق ہے۔ لہذا زائد دولت کو اس طرح استعمال کیا جائے کہ حاجت مندوں کی ضرورت پوری ہو جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کر دی گئی ہے۔

مآخذ

(۱) ڈاکٹر ابراہیم الطحاوی — الاقتصاد الاسلامی مذہبا و نظاما

(۲) ابن حزم — المحلی

(۳) مولانا حفظ الرحمن — اسلامی اقتصادی نظام

(۴) سید مناظر احسن گیلانی — اسلامی معاشیات

(۵) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی — معاشیات اسلام

(۶) عبدالرحمن عزام — The Eternal Message of Muhammad